مضامین	صفحہ نمبر
قیدی عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع کی شرائط	379
نکاح کی شرائط	380
نکاح متعہ ایک اضطراری رخصت تھی	380
سیدنا عمرؓ کا تعزیری حکم	382
نصف رجم اور منکرین حدیث کا چکمہ	384
ایک اعتراض کا جواب	384
پہلی شریعتوں کا اتباع کیسے؟	385
معاشرتی اصلاحات پر مخالفین کا شوروغوغا	385
شرعی احکام میں انسانی کمزوریوں کا لحاظ	385
باطل طریقے کون کون سے ہیں؟	386
خودکشی کی حرمت	393
کبیرہ گناہ کون کون سے ہوتے ہیں	393
حسد کی بجائے اللہ کا فضل طلب کرنا چاہیے	395
اجروثواب میں مرد وعورت برابر ہیں	395
مواخات اور میراث	396
مرد قوام کس لحاظ سے ہیں؟	396
اچھی بیوی کی صفات	397
زوجین میں ثالثی فیصلہ	398
ہمسایہ سے بہتر سلوک	399
مسافروں سے بہتر سلوک	401
لونڈی غلاموں سے بہتر سلوک	402
غلاموں کا وقار بلند کرنے کے اقدامات	403
اسلام میں داخل ہونے کے لیے شہادتیں	403
بخل کی مذمت	405
ریاکاری کی وجہ	405
آخرت کے منکر خسارہ میں ہیں	406
سابقہ امتوں پر آپ ﷺ کی گواہی	406
حرمت شراب کے احکام میں تدریج	407
تیمم اور غسل جنابت	408
تیمم کا طریقہ	408
غسل کا طریقہ	408
دین میں تنگی نہیں	409
یہود کی شرارتیں	411
شرک ناقابل معافی جرم ہے	412
سستی نجات کے عقیدے	413
جبت اور طاغوت کے معنی	414
یہود کا مشرکوں کو مسلمانوں سے بہتر قرار دینا	414
یہود کا بخل اور تنگ نظری	414
اسلامی حکومت کے چار اصول	417
جمہوریت خلافت کی عین ضد ہے	417
اطاعت امیر کی اہمیت اور حدود	418
امیر سے تنازعہ	419
سیاسی تنازعات اور ان کا حل	419
مذہبی تنازعات اور ان کا حل	420
فقہ یا قیاس دین کی بنیاد نہیں ہے	420
ہر قسم کے باطل نظاموں اور فرقوں کی بنیاد کوئی بدعی عقیدہ یا عمل ہوتا ہے	420
عام تنازعات	420
منافقوں کا آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لانے سے گریز	421
سیدنا عمرؓ کا منافق کے حق میں فیصلہ	421
اختلافات کے خاتمہ کا واحد حل رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا وجوب	423
منعم علیہم کون کون ہیں۔	424
آپ ﷺ کی رفاقت کیسے؟	424
جنگ احد کے بعد مسلمانوں کی حالت اور احکام	425
جہاد کی ترغیب اہمیت اور فوائد	426

۷ آیاتھا سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

آیات ۷ سورۂ[1] فاتحہ مکی ہے (۵) رکوع ۱

(شروع) اللہ کے نام[2] سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔[3] (۱)

[1] تلاوت سے پہلے تعوذ کا حکم:۔ قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ﴿أعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرّجیم﴾ ضرور پڑھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ (۹۸:۱۶) ''جب آپ ﷺ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کیجئے''

اور یہ تو ظاہر ہے کہ پناہ کسی نقصان پہنچانے والی چیز یا دشمن سے درکار ہوتی ہے اور ایسی ہستی سے پناہ طلب کی جاتی ہے جو اس نقصان پہنچانے والے دشمن سے زیادہ طاقتور ہو۔ شیطان چونکہ غیر محسوس طور پر انسان کی فکر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دعا دراصل قرآن کی تلاوت کے دوران کج فکری سے بچنے اور قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی دعا ہے۔ نیز یہ وہ دُعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھائی اور اسے پڑھنے کا حکم دیا۔

(۱) فضائل سورہ فاتحہ:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اُوپر ایک زوردار آواز سنی انہوں نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر فرمایا: ''یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا'' پھر فرمایا: ''یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور دو نوروں کی خوشخبری دی اور کہا: ''یہ دو نور آپ ہی کو دیئے جارہے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔ آپ ﷺ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ ﷺ کو طلب کردہ چیز ضرور عطا کی جائے گی'' (صحیح مسلم۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل الفاتحہ)

(۲) سورہ فاتحہ کے مختلف نام:۔ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''میں تجھے قرآن کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے اور وہ ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ وہی ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ﴾ اور قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا'' (بخاری: کتاب التفسیر، سورۂ انفال: ۲۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا نیز تفسیر سورۂ فاتحہ)

(۳) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ الحمد ہی اُم القرآن، اُم الکتاب اور دہرائی ہوئی سات آیتیں ہیں۔ (ترمذی: ابواب التفسیر، تفسیر سورۂ محمد)

اس سورہ کا سب سے زیادہ مشہور نام الفاتحۃ ہے جس کے معنی ہیں کھولنے والی یعنی دیباچہ، مقدمہ یا پیش لفظ۔ اس کے متعلق علماء کی دو آراء ہیں: ایک یہ کہ یہ سورۃ ایک دعا ہے جو بندوں کو سکھائی گئی ہے کہ وہ اس انداز سے اللہ سے ہدایت طلب کیا کریں اور باقی سارا قرآن اس دعا کا جواب ہے۔ ان حضرات کی توجیہ یہ ہے کہ اس سورہ کا ایک نام سورۃ الدعاء بھی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ سورہ سارے مضامین قرآن کا اجمالی خلاصہ ہے۔ پھر اس سورہ کا خلاصہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہے۔ ہمارے نزدیک دوسری رائے ہی راجح ہے اور اس کی مندرجہ ذیل دو وجوہ ہیں:

تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ
تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا
ع ۲۶ ۱۰ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَصَدٌّ عَنْ

یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے (۲۱۵)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔[۲۸۵] اور یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور (یہ حقیقت) اللہ ہی خوب جانتا ہے، تم نہیں جانتے (۲۱۶)

لوگ آپ سے حرمت والے مہینہ میں لڑائی کرنے سے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہیے کہ حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنا (فی الواقع) بہت بڑا گناہ ہے۔ مگر اللہ کی راہ[۲۸۶] سے روکنا

سب سے پہلے اسی دوسرے اہم سوال کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ کن کن کو دیا جائے۔ نفلی صدقات اور فرضی صدقات کے مصارف میں فرق ہے۔ کیونکہ نفلی صدقات کا تعلق انفرادی معاملات سے ہے اور زکوٰۃ کے مصارف کا تعلق اجتماعی معاملات سے بہرحال انفرادی اور نفلی صدقہ کے خرچ کے بارے میں بتایا گیا کہ سب سے پہلے حقدار والدین ہوتے ہیں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ اقارب، یتیم، فقراء اور مسافر وغیرہ۔ نیز فرمایا کہ جو کچھ بھی تم خرچ کرو، خواہ وہ زیادہ ہو یا کم، معاشرہ کے ان افراد کو تمہیں ملحوظ رکھنا چاہیے اور اسی ترتیب سے ملحوظ رکھنا چاہئے جو یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

[۲۸۵] جہاد کے فوائد اور اہمیت: مکی دور میں بعض جوشیلے مسلمان جہاد کی اجازت مانگتے رہے مگر انہیں جہاد کی بجائے صبر کی تلقین کی جاتی رہی اور یہاں مدینہ میں آ کر جب اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی اور جہاد فرض کیا گیا تو بعض مسلمانوں نے اسے دشوار سمجھا۔ کیونکہ ہر معاشرہ میں تمام آدمی ایک ہی جیسے نہیں ہوتے، بعض جوشیلے، دلیر اور جوان بہت ہوتے ہیں تو بعض بوڑھے کمزور اور کم ہمت بھی ہوتے ہیں۔ یہ خطاب اسی دوسری قسم کے لوگوں سے ہے اور انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ جو چیز تمہیں بری معلوم ہوتی ہے، ہو سکتا ہے وہ فی الحقیقت بری نہ ہو، بلکہ تمہارے حق میں بہت مفید ہو اور اس کے برعکس بھی معاملہ ہو سکتا ہے اور بالخصوص یہ بات جہاد کے سلسلہ میں اس لیے کہی گئی کہ قتال سے ہر انسان کی طبیعت طبعاً نفرت کرتی ہے کیونکہ زندگی سے پیار ہر جاندار کی فطرت میں طبعاً داخل ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاد میں جان و مال کا نقصان ہو گا۔ حالانکہ یہی جہاد کسی قوم کی روح رواں ہوتی ہے۔ شہید کی موت قوم کی حیات ہے۔ اسی لیے کتاب و سنت میں جہاد کو بہت افضل عمل قرار دیا گیا ہے اور بعض لوگ تو اسے اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ جہاد کو فرض کفایہ کی بجائے فرض عین سمجھنے لگے ہیں اور اسے اسلام کا چھٹا رکن سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا انداز فکر درست نہیں۔ جہاد افضل الاعمال ہونے کے باوجود نہ فرض عین ہے اور نہ اسلام کا چھٹا رکن (تفصیل کے لیے دیکھئے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۶ اور سورہ توبہ کی آیت نمبر ۹۲ کے حواشی)

[۲۸۶] حرام مہینوں میں لڑائی: رسول اللہ ﷺ نے آٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ جمادی الثانی ۲ھ کے آخر میں نخلہ کی طرف بھیجا (جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے) تاکہ کفار مکہ کی نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ کیونکہ ان کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کا ہر آن خطرہ موجود تھا اس دستہ کو کفار کا ایک تجارتی قافلہ ملا۔ جس پر انہوں نے حملہ کر

اس حدیث کو ترمذی کے علاوہ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

۞ منکرین جواز کے دلائل کا جواب:۔ ۷۔ ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ نے میرا نکاح جبراً کر دیا ہے۔ میں راضی نہیں ہوں۔ آپ نے اسے اختیار دے دیا۔ (ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ۔ کتاب النکاح۔ باب الولی فی النکاح و استیذان المرأۃ تیسری فصل)

۸۔ ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے۔ اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے اور جو عورت اپنا نکاح خود کرتی ہے وہ زانیہ ہے۔ (ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ حوالہ ایضاً)

۹۔ ابوسعید اور ابن عباس دونوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کا اچھا سا نام رکھے اور اچھا ادب سکھائے۔ پھر جب بالغ ہو تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر اس کا نکاح بلوغت کے وقت نہ کیا اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔ (بیہقی شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ۔ حوالہ ایضاً)

واضح رہے کہ مندرجہ بالا سب احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ البتہ ولی کی رضا پر عورت کی رضا مقدم ہے۔

۞ رشتہ میں لات مارنا:۔ اور اس آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو طلاق دے چکا ہو اور وہ مطلقہ عورت عدت گزار کر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرنا چاہتی ہو تو سابقہ شوہر کو کوئی ایسی کمینہ حرکت نہ کرنی چاہیے جو اس کے ہونے والے نکاح میں رکاوٹ پیدا کر دے جس سے عورت پر تنگی پیدا کرنا مقصود ہو۔

۞ بلوغت سے پہلے نکاح پر حکومت کی پابندی:۔ یہاں ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے جو موجودہ دور میں خاصی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے آیا ولی اپنے لڑکے یا لڑکی یا کسی دوسرے قریبی رشتہ دار کا بچپن میں نکاح کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اور اسی مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا بلوغت سے پہلے یا بچپن کا نکاح درست ہے یا باطل؟ اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر امت مسلمہ کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے کہ بچپن کا نکاح درست ہوتا ہے اور ولی ایسا نکاح کرنے کا مجاز ہے۔ لیکن دور حاضر کے کچھ مجددین نے ایسے نکاح کو غلط اور باطل قرار دیا اور اسی طبقہ سے متاثر ہو کر حکومت پاکستان نے عائلی قوانین آرڈی نینس ۱۹۶۱ میں اس متن کا اندراج کیا کہ نکاح کے وقت لڑکے کی عمر کم از کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی عمر کم از کم سولہ سال ہونی چاہیے۔ یہ شق چونکہ امت مسلمہ کے ایک متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے لہٰذا ہم اس پر ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم اس متفق علیہ مسئلہ کے جواز پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

بچپن کی شادی کے جواز پر دلائل:۔

۱۔ قرآن میں مختلف قسم کی عورتوں کی عدت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (۴:۶۵)

اور تمہاری مطلقہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تمہیں ان کی عدت کے بارے میں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض شروع ہی نہیں ہوا اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔

اس آیت میں بوڑھی، جوان اور بچی سب طرح کی عورتوں کا ذکر ہے۔ بوڑھی اور بچی جنہیں حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے اور جوان عورت کی عدت اگر اسے حمل ہے تو وضع حمل تک ہے (اور اگر حمل نہ ہو تو چار ماہ دس دن ہے جیسا

أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا
وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا
فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ

پورے [۳۱۸] دو سال دودھ پلائیں۔ اور ماں اور بچے کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری اس پر ہے جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ پر) اور یہ خرچ [۳۱۹] وہ دستور کے مطابق ادا کرے گا۔ مگر کسی [۳۲۰] پر اس کے مقدور سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے گا۔ نہ تو والدہ [۳۲۱] کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ ہی باپ کو اپنے بچہ کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور (اگر باپ مر جائے تو) نان و نفقہ کی یہ ذمہ داری [۳۲۲] وارث پر ہے۔ اور اگر (دو سال سے پہلے) وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورہ سے [۳۲۳] دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ پلوانا چاہو تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔

بھی جو بدستور بچہ کے باپ کے نکاح میں ہوں۔

[۳۱۸] اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ تاہم اس سے حسب ضرورت کم ہو سکتی ہے (جیسا کہ آگے اس کا ذکر آ رہا ہے) اور یہ مدت قمری تقویم کے حساب سے شمار ہو گی (مزید تفصیل سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ پر حاشیہ ۱۸ میں دیکھئے)

[۳۱۹] یعنی منکوحہ عورت اور مطلقہ عورت جو عدت میں ہو اس کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری تو پہلے ہی بچہ کے باپ پر ہوتی ہے اور اگر عدت گزر چکی ہے تو اس آیت کی رو سے باپ ہی اس مطلقہ عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہو گا کیونکہ وہ اس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔

[۳۲۰] یعنی والد سے اس کی حیثیت سے زیادہ کھانے اور کپڑے کے اخراجات کا مطالبہ نہ کیا جائے یہ مطالبہ خواہ عورت خود کرے یا اس کے ورثاء کریں۔

[۳۲۱] یعنی ماں بلاوجہ دودھ پلانے سے انکار کر دے اور باپ کو پریشان کرے۔ اسی طرح باپ بچہ کو ماں سے جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلوائے اور اس طرح ماں کو پریشان کرے یا اس کے کھانے اور کپڑے کے اخراجات میں کنجوسی کا مظاہرہ کرے۔ یا ماں پر دودھ پلانے کے لیے جبر کیا جائے جبکہ وہ اس بات پر آمادہ نہ ہو۔

[۳۲۲] یہ بچہ جو دودھ پی رہا ہے۔ خود بھی اپنے باپ کا وارث ہے اور اس کے علاوہ بھی وارث ہوں گے۔ بہرحال یہ خرچہ مشترکہ طور پر میت کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا اور یہ وہ ادا کریں گے جو عصبہ (میت کے قریبی وارث مرد) ہیں۔

[۳۲۳] ۞ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت:۔ یعنی اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورہ سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہ ہو اور بچے کی صحت خراب رہتی ہو یا اگر ماں باپ کے نکاح میں ہے تو اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ماں کو اس دوران حمل ٹھہر جائے اور بچہ کو دودھ چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو ایسی صورتوں میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہ ہو گا اور یہ ضروری نہ رہے گا کہ بچہ کو ضرور دو سال دودھ پلایا جائے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

اپنی سب [۳۳۲] نمازوں کی محافظت کرو بالخصوص درمیانی نماز [۳۳۳] کی اور اللہ کے حضور ادب [۳۳۴] سے کھڑے ہوا کرو (۲۳۸) اگر تم حالت خوف میں ہو تو خواہ پیدل ہو

میں مہر پورا دینا ہوگا۔ (۴) مہر مقرر نہ ہوا تھا مگر صحبت ہو چکی۔ اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ یعنی اتنا مہر جو اس عورت کے قبیلہ میں عام رواج ہے۔

بیوہ کے لیے بھی یہی چاروں صورتیں ممکن ہیں مگر اس کے احکام میں اختلاف ہے، جو یہ ہے کہ مہر مقرر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور مرنے والے خاوند نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو، عورت کو بہرحال پورا مہر ملے گا۔ اگر مہر مقرر تھا تو اتنا ملے گا اور اگر مقرر نہیں ہوا تھا تو مہر مثل ملے گا، اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا علقمہ ؓ کہتے ہیں کہ ابن مسعود ؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا۔ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا نہ حق مہر مقرر ہوا اور نہ ہی صحبت کر سکا کہ اس کی وفات ہو گئی۔ ابن مسعود ؓ نے اسے جواب دیا کہ اسے اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر دیا جائے، نہ کم نہ زیادہ، اور اس پر عدت بھی ہے اور میراث سے اسے حصہ بھی ملے گا" (یہ سن کر) معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ نے بھی ہمارے خاندان کی ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا" یہ سن کر ابن مسعود ؓ خوش ہو گئے۔ (ترمذی، ابواب النکاح باب فی الرجل يتزوج المرأة فيموت عنها قبل أن يفرض لها) نیز ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات)

[۳۳۲] عائلی مسائل کے درمیان نماز کی تاکید سے متعلق جو دو آیات آگئی ہیں تو ان کی غالباً حکمت یہ ہے کہ ایسے معاشرتی مسائل کو بحسن و خوبی سرانجام دینے کے لیے جس تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے نماز اس سلسلہ میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ اسی لیے نمازوں کی محافظت کی تاکید کی جا رہی ہے یعنی ہر نماز کو اس کے وقت پر اور پوری شرائط و آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔

[۳۳۳] نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی تاکید مزید:۔ رسول اللہ ﷺ نے خندق کے دن فرمایا۔ ان کافروں نے مجھے درمیانی نماز نہ پڑھنے دی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ (بخاری، کتاب التفسیر) نیز سیدنا ابن عباس ؓ اور سیدنا عبداللہ ؓ بن مسعود دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: صلوۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر) اور سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کی عصر کی نماز قضا ہو گئی اس کا گھر بار، مال و اسباب سب لٹ گیا۔" (بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب إثم من فاتته العصر) اور بالخصوص اس نماز کی تاکید اس لیے فرمائی کہ دنیوی مشاغل کے لحاظ سے یہ وقت بہت اہم ہوتا ہے۔

[۳۳۴] نماز میں باادب کھڑا ہونے کا حکم: یعنی اللہ کے حضور عاجزی اور ادب کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔ نیز ایسی کوئی فضول حرکت نہ کی جائے جو ادب کے خلاف ہو یا نماز کو توڑ ڈالنے والی ہو جیسے خواہ مخواہ یا عادتاً ہاتھوں کو حرکت دینا، ہلاتے رہنا یا ہنسنا یا بات چیت کر لینا وغیرہ۔ چنانچہ سیدنا زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر۔ زیر آیت مذکورہ)

مسلم کی روایت میں اضافہ ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد ہمیں حکم دیا گیا کہ چپ چاپ سکون سے کھڑے ہوں اور باتیں کرنے سے بھی منع کر دیا گیا (مسلم، کتاب المساجد۔ باب تحريم الكلام في الصلوة)

ع ۳۴ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے (۲۶۰)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ (بویا جائے) جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس کا اجر اس سے بھی بڑھا[۳۷۶] دیتا ہے اور اللہ بڑا فراخی والا

اللہ کا مردوں کو زندہ کرنے کی لاجواب پرویزی تاویل:۔ ''سیدنا ابراہیمؑ نے اللہ سے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ اس قسم کی مردہ قوم بھی از سر نو زندہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن ہے تو مجھے یہ بتا دیجئے کہ اس کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا جائے یہ سب کچھ (كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى) کا ترجمہ یا مفہوم ہے آپ نے موتی کا ترجمہ مردہ قوم ارنی کا ترجمہ مجھے بتاؤ اور کیف تحیی کا ترجمہ مردہ قوم کے از سر نو زندہ ہونے کا طریق کار کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا پہلے یہ تو بتاؤ کہ تمہارا اس پر ایمان ہے کہ مردہ قوم کو حیات نو مل سکتی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا: اس پر تو میرا ایمان ہے لیکن میں اس کا اطمینان چاہتا ہوں۔ اللہ نے کہا تم چار پرندے لو۔ شروع میں وہ تم سے دور بھاگیں گے۔ انہیں اس طرح آہستہ آہستہ سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوس ہو جائیں۔ آخر الامر ان کی یہ حالت ہو جائے گی کہ اگر تم انہیں الگ الگ مختلف پہاڑیوں پر چھوڑ دو اور انہیں آواز دو تو وہ اڑتے ہوئے تمہاری طرف آ جائیں گے۔ بس یہی طریقہ ہے حق سے نامانوس لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کا۔ تم انہیں اپنے قریب لاؤ اور نظام خداوندی سے روشناس کراؤ (یہ (واعلم) کا ترجمہ ہے) یہ نظام اپنے اندر اتنی قوت اور حکمت رکھتا ہے کہ اسے چھوڑ کر یہ کہیں نہ جا سکیں گے۔'' یہ (اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ) کا ترجمہ ہے۔ (مفہوم القرآن ص ۱۰۳) اب دیکھئے کہ:۔

۱۔ سیدنا ابراہیمؑ تو اللہ سے مردوں کو زندہ کرنے کی بات پوچھ رہے ہیں۔ لیکن پرویز صاحب نے ''مردہ قوموں'' کی دوبارہ زندگی کے اسرار و رموز بیان کرنا شروع کر دیے ہیں۔

۲۔ مردہ قوموں کی دوبارہ زندگی کے لیے آپ نے جو ہدایات سیدنا ابراہیمؑ سے منسوب فرمائی ہیں ان کی سیدنا ابراہیمؑ سے کوئی تخصیص نہیں۔ یہ تو تبلیغ کا عام طریقہ ہے جسے تمام انبیاءؑ اپناتے رہے ہیں۔ مردوں کو زندہ کرنے اور بالخصوص سیدنا ابراہیمؑ کے دلی اطمینان کی اس میں کیا بات ہے؟

۳۔ حق سے مانوس شدہ لوگوں کو ٹیسٹ کرنے کا یہ طریقہ بھی کیسا شاندار ہے کہ پہلے نبی اپنے لوگوں کو الگ الگ پہاڑیوں پر چھوڑ آیا کریں۔ پھر انہیں بلائیں، اس سے پہلے نہ بلائیں۔ بہر حال وہ نبی کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ کیا مردہ قوموں کی دوبارہ زندگی کا یہی طریقہ ہے؟

۴۔ اِعْلَمْ کا ترجمہ یا مفہوم تم انہیں نظام خداوندی سے روشناس کراؤ۔ پرویز صاحب جیسے مفسر قرآن کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔

۵۔ اس آیت میں لفظ جزاء کا معنی حصہ یا ٹکڑا ہے اور پرندوں کا حصہ یا ٹکڑا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ انہیں ذبح کر دیا جائے یا کاٹ دیا جائے جس سے ان کی زندگی ختم ہو جائے اور یہی مَوْتٰی کا مفہوم ہے۔ لیکن پرویز صاحب نے اس کا مفہوم مردہ قوموں کو مانوس کرنا پھر انہیں الگ الگ کر دینا بتایا۔ اور اللہ کے عزیز حکیم ہونے کو نظام خداوندی کے قوت اور حکمت والا ہونے سے تعبیر کر کے اس واقعہ کے معجزہ ہونے سے بہر حال گلو خلاصی کرا ہی لی۔ اور یہ ثابت کر دیا اللہ مردوں کو

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا
كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ
كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ

وہ عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے، ان سے یہ عذاب نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت [۷۷] دی جائے گی (۸۸) ہاں! اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی [۷۸] (وہ اس سے بچ سکتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۸۹) مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر اس کفر میں بڑھتے ہی گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی [۷۹] اور حقیقتاً ایسے ہی لوگ گمراہ ہیں (۹۰) جو لوگ کافر ہوئے پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے اگر وہ زمین بھر بھی سونا دے کر خود چھوٹ جانا چاہیں [۸۰] تو ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے

[۷۷] یعنی عذاب جہنم اپنی حدت و شدت کے لحاظ سے ایسا مسلسل اور متواتر ہو گا کہ نہ تو اس کی حدت و شدت میں کبھی کمی واقع ہو گی اور نہ ہی عذاب کے درمیان کبھی کوئی وقفہ دیا جائے گا۔

[۷۸] ہاں وہ لوگ ایسے عذاب سے بچ سکتے ہیں جنہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ ایمان لے آئے اور مخالفت سے رک گئے۔ اپنے اعمال و افعال کی اصلاح کر لی اور اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ بن کر ان کی معاونت کرنے لگے تو ایسے لوگوں کے سابقہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

[۷۹] ❁ توبہ قبول ہونے کی شرائط:۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مثلاً یہود سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے کفر کا رویہ اختیار کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا بھی انکار کر دیا جو ان کے کفر میں مزید اضافہ کا سبب بن گیا۔ ایسے معاندین کے حق میں توبہ کبھی قبول نہ ہو گی۔ دوسری صورت یہ کہ ایک شخص ایمان لایا۔ پھر اس کے بعد مرتد ہو گیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام دشمنی میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں، تو ایسے شخص کی بھی توبہ قبول نہ ہو گی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مرتد ہو جانے کے بعد کفر پر ڈٹا رہا اور جب موت کا وقت آ پہنچا تو توبہ کی سوجھی۔ اس وقت بھی توبہ قبول نہ ہو گی۔ البتہ جو لوگ اپنی زندگی میں اسلام دشمنی میں سرگرم اور تقریر و تحریر کے ذریعہ لوگوں میں الحاد اور باطل عقائد پھیلانے میں سرگرم رہے ہوں ان کی توبہ قبول ہونے کی صورت اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۰ بایں الفاظ بیان فرمائی۔ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا ﴾ یعنی ان کی توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرطیں لازم ہیں۔ (۱) سچی توبہ کریں (۲) اپنے اعمال و افعال درست کر کے اپنی اصلاح کر لیں اور جو کچھ الحاد یا باطل عقائد وہ لوگوں میں پھیلا چکے ہیں۔ برملا اس کی تردید بھی کریں۔ اگر تقریر کے ذریعہ گمراہی پھیلائی ہے تو اسی طرح بھری محفل میں ایسے عقائد سے بیزاری کا اظہار اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اگر تحریری صورت میں گمراہی پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہیں تو تحریری صورت میں اس کی تلافی اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں تو ایسے لوگوں کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

[۸۰] ❁ آخرت میں زر فدیہ:۔ آخرت میں تو صرف وہ اعمال کام آئیں گے جو کسی نے اپنے لیے آگے بھیجے ہوں گے۔ اعمال

سے بڑے جہاد (یعنی جہاد بالنفس) کی طرف لوٹ آئے ہیں۔

اس حدیث کے متعلق مولانا حسین احمد مدنی کہتے ہیں کہ صوفیاء اس کو حدیث کہتے ہیں لیکن امام عسقلانی کہتے ہیں کہ امام نسائی نے اسے ابراہیم بن عیلہ کا قول بتایا ہے۔ الفاظ کی رکاکت زبردست قرینہ ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہو سکتا اور نہ حدیث کی کتابوں میں شاہ عبدالعزیز جیسے معتبر محدث نے دیکھا ہے۔ ایسی احادیث کا فیصلہ محدثین کے اصول و قواعد کی رو سے کیا جائے گا بیچارے صوفیاء جن پر حسن ظن کا غلبہ رہتا ہے۔ ان حضرات کو تنقید و تفتیش کی فرصت کہاں؟ ان کے حسن ظن سے کسی قول کا حدیث رسول ہونا تو ثابت نہیں ہو جائیگا۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ۳۰۷۔۳۰۸ بحوالہ اسلامی تصوف یوسف سلیم چشتی ص ۱۲۳)

صوفیاء کے اس نظریہ نے مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا شاید ہی کسی اور وجہ سے پہنچا ہو اس نظریہ نے مسلمانوں سے جہاد کی روح کو ختم کر کے دنیا میں ذلیل اور رسوا بنا دیا اور ایسے افعال سے مجاہدہ نفس شروع کیا جس سے انسانیت کو بھی شرم آنے لگے۔ دسویں صدی ہجری کے اواخر تک اس نظریہ نے مسلمانوں کو اس قدر مفلوج، کاہل اور بے فہم بنا دیا تھا کہ فرانسیسی فاتحین کے حملوں کا دفاع جامعہ ازہر میں بیٹھ کر اوراد و وظائف کے ذریعے کر رہے تھے۔ نابلیوں کا انتخاب کر کے انہیں صوفیاء کی گودڑی پہنائی گئی اور اس کی رہنمائی میں ذکر و فکر کی مجالس قائم کی گئیں۔ بخاری شریف کا ختم بھی کرایا گیا۔ لیکن ان سب باتوں کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اور مسلمان مار ہی کھاتے رہے۔ بالآخر جب مسلمان مجاہدین نے یورپ کی سرزمین میں لوگوں سے جنگیں کیں تب جا کر حالات نے پلٹا کھایا۔ (مقدمہ الفکر الصوفی ص ۶)

اس گوشہ نشینی کا جو اثر ان صوفیاء کی ذات پر مترتب ہوتا ہے وہ ابوبکر شبلی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔ روایت ہے کہ کچھ عرصہ شبلی اپنے مقام سے غائب رہے۔ ہر چند تلاش کیا پتہ نہ چلا۔ ایک روز مخنثوں کے گروہ میں دیکھے گئے۔ لوگوں نے پوچھا اے شیخ! یہ کیا بات ہے؟ فرمایا: یہ گروہ (صوفیاء) دنیا میں نہ مرد ہیں نہ عورت۔ میں بھی اسی حالت میں گرفتار ہوں نہ مرد ہوں نہ عورت پس ناچار میری جگہ انہی میں ہے۔" (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۷)

❁ **شیخ جنید کے مریدوں کا جہاد بالسیف:۔** شبلی کے پیر و مرشد جنید بغدادی کے مریدوں کو ایک دفعہ جہاد بالسیف کا شوق چرایا یہ داستان اس طرح ہے کہ "شیخ جنید کے آٹھ مرید تھے جو سب کے سب کامل و اکمل تھے۔ ایک روز انہوں نے خدمت شیخ میں عرض کی کہ اے شیخ! شہادت ایک عجیب نعمت جان فزا ہے اس لیے شہادت کے لیے جہاد کرنا چاہیے شیخ نے ان کی تائید کی اور ان کے ساتھ ملک روم کی طرف جہاد کے لیے چل پڑے۔ ایک جگہ کفار سے مقابلہ ہو گیا۔ ایک گبر (آتش پرست) کے ہاتھوں شیخ کے آٹھوں مرید ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت ہوا میں نو کجاوے معلق دیکھے۔ میرے ساتھیوں میں سے جو شہید ہوتا تھا، اس کی روح ایک کجاوے میں رکھتے اور آسمان کی طرف لے جاتے۔ آخر ایک کجاوہ باقی رہ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کجاوہ میرے لیے ہے اور جنگ میں مشغول ہو گیا۔ دوران جنگ وہی گبر جس نے میرے ساتھیوں کو شہید کیا تھا میرے پاس آیا اور کہا: ابوالقاسم! یہ آخری کجاوہ میرے لیے ہے۔ تو واپس بغداد چلا جا اور اپنی قوم کی قیادت و سیادت کر اور اپنا مذہب میرے سامنے پیش کر۔ میں نے اسے تلقین کی وہ مسلمان ہوا اور کفار سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس آخری کجاوے میں اس کی روح کو آسمان کی طرف لے گئے ہیں (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۲)

❁ **جہاد اکبر کے اس نظریہ کے اثرات:۔** خزینۃ الاصفیاء کی اس روایت سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً ایمان کا یہ معیار بتایا تھا کہ ایک مومن دس کافروں پر غالب ہونا چاہیے۔ بعد ازاں اس میں تخفیف کر کے یہ معیار مقرر ہوا کہ کم از کم ایک مومن کو دو کافروں پر ضرور بھاری ہونا چاہیے۔ مگر یہاں یہ صورت حال ہے کہ شیخ جنید کے

فہرست مضامین تیسیر القرآن

جلد دوم - سورۃ الاعراف تا سورۃ الکھف

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
سورۃ الاعراف		ننگے سر نماز کا مسئلہ	۴۵
اسلام میں باہر سے کوئی نظریہ	۲۸	کھانے پینے میں اسراف کا نقصان	۴۵
انصاف کا تقاضا اور شہادت کی اہمیت	۲۹	ترک دنیا کی مذمت	۴۶
فیصلہ کرنے کے لئے شہادت ضروری ہے۔	۳۰	عذاب کے وقت میں تقدیم و تاخیر ناممکن ہے	۴۷
اعمال کا وزن حق کے ساتھ کیسے؟	۳۰	جنت کا دوبارہ حصول کیسے ممکن ہے؟	۴۸
تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء	۳۱	افتراء علی اللہ کی اقسام	۴۸
دوسری دلیل اور اس کا جواب	۳۲	قبر میں سوال و جواب	۴۹
تیسری دلیل اور اس کا جواب	۳۲	مکافات عمل کے تقاضے	۵۰
آگ اور مٹی کے خواص کا تقابل	۳۴	مکافات عمل کے لئے یوم آخرت ضروری ہے	۵۱
ابلیس کے عزائم	۳۵	جنت میں داخلے سے پہلے باہمی کدورتوں کا خاتمہ	۵۲
ابلیس کا اللہ تعالیٰ پر الزام	۳۵	اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم کی مثالیں	۵۲
شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کے طریقے	۳۶	جنت کا ملنا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے	۵۳
حیا اور مقامات ستر کو ڈھانپنا انسانی فطرت میں داخل ہے	۳۷	جنت کی نعمتیں	۵۳
ابلیس و آدم کے خصائل کا فرق	۳۸	اسلام کی راہ روکنے والے مسلمان	۵۴
ابلیس و آدم کی ایک دوسرے سے دشمنی کی وجہ	۳۸	أعراف کیا ہے؟	۵۵
اللہ کی مشیئت اور تقدیر کا مسئلہ	۳۹	أعراف اور اہل أعراف	۵۵
شیطان سیرت اور حق پرست انسانوں کا تقابل	۴۰	جنت میں دیدار الٰہی	۵۵
لباس کے اخلاقی اور طبعی فوائد اور لباس کا بنیادی مقصد	۴۰	اہل أعراف کا اہل دوزخ سے مکالمہ	۵۶
تقویٰ کے لباس کا مفہوم	۴۱	کھیل تماشا کو ہی اپنا دین سمجھنے والے	۵۷
شیطانی حملہ اور اس کے بچاؤ کے لئے ہدایات	۴۱	کتاب اللہ رحمت کیسے؟	۵۷
ننگے طواف کرنا ہر ننگی ہر جاہل تہذیب کا جزء ہے	۴۲	اہل دوزخ کی دوبارہ دنیا میں آنے کی درخواست اور	
جس کام میں بے حیائی ہو وہ اللہ کا حکم نہیں ہو سکتا	۴۲	اس کا جواب	۵۷
شیطان کا برے کام کو اچھا بنا کر پیش کرنا	۴۳	استواء علی العرش کا مفہوم	۵۸
نمازی کے لباس میں کتنے کپڑے ہوں؟	۴۴	فرقہ جہمیہ کا تعارف	۵۸

مضامین	صفحہ نمبر
کیا نوح کے آدم ثانی ہونے کا نظریہ درست ہے؟	۳۴۹
بدکردار بیٹا بھی نبی کا اہل نہیں ہو سکتا؟	۳۴۹
نبوت زادگی بھی اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکتی	۳۵۰
نوح کی اپنی غلطی پر مغفرت کی درخواست	۳۵۰
نوح اور آپ کے ساتھیوں کا پھر زمین میں آباد ہونا	۳۵۱
نبوت ورسالت پر اجر؟	۳۵۲
توبہ واستغفار سے رزق میں فراوانی	۳۵۲
معبودوں اور بزرگوں کی گستاخی کا انجام	۳۵۳
ہودؑ کا قوم کو جواب میرا جو بگاڑ سکتے ہیں بگاڑ لیں	۳۵۳
رب کے صراط مستقیم کا مطلب؟	۳۵۳
قوم عاد پر عذاب	۳۵۴
اللہ گنہگاروں کی بھی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔	۳۵۵
نبی کی دعوت سے کافروں میں خلجان کی وجہ	۳۵۶
اونٹنی کو تکلیف پہنچانے پر تنبیہ 'اونٹنی کو مارنا	۳۵۷
تین دن بعد عذاب	۳۵۸
سیدنا صالحؑ کی ہجرت	۳۵۸
قوم ثمود پر عذاب کی نوعیت	۳۵۸
فرشتوں کا سیدنا ابراہیمؑ کے پاس اسحاق کی خوشخبری لے کر آنا	۳۵۸
فرشتوں کا کھانے سے انکار اور سیدنا ابراہیمؑ کا خدشہ	۳۵۹
سیدنا ابراہیمؑ کے ڈر جانے کی اصل وجہ	۳۵۹
سیدہ سارہؑ کو خوشخبری دینا	۳۵۹
سیدنا ابراہیمؑ کی قوم لوط پر عذاب کے بارے میں بحث	۳۶۰
خوش شکل فرشتے اور سیدنا لوطؑ کو خدشہ	۳۶۱
مشٹنڈوں کا گھس آنا اور سیدنا لوطؑ کی پیش کش	۳۶۱
بیٹیوں سے مراد	۳۶۱
سیدنا لوطؑ کی بے بسی	۳۶۱
مشٹنڈوں کا اندھا ہونا	۳۶۲
سیدنا لوطؑ اور مومنوں کو نکلنے کی ہدایت بیوی کا پیچھے رہنا	۳۶۲
کیا قوم لوط پر عذاب آتش فشانی انفجار تھا؟	۳۶۳
شرک ام الامراض ہے	۳۶۳
شرک سے اجتناب اور توحید کے عقیدہ سے معاشرہ کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟	۳۶۴
ٹھیک طرح نماز ادا کرنے کے اثرات	۳۶۴
کیا نماز اور عبادت اللہ اور بندے کا پرائیویٹ معاملہ ہے؟	۳۶۵
رزق حسن سے مراد؟	۳۶۵
حرام خور کو حلال کمانا بہت مشکل ہوتا ہے	۳۶۶
سیدنا شعیبؑ کو دھمکی	۳۶۷
اہل مدین پر عذاب کی نوعیت	۳۶۷
فرعون کو سیدنا موسیٰؑ کی دعوت	۳۶۸
دنیوی اعمال کے اخروی نتائج میں مماثلت	۳۶۹
ورد کے لغوی معنی	۳۶۹
قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی	۳۷۱
اللہ کے ہاں سفارش کی کڑی شرائط	۳۷۱
کیا اعمال کے نتائج ناقابل تبدل ہیں؟	۳۷۱
مشرکانہ عقائد نقل، عقل اور تجربہ سب معیاروں کے مطابق غلط ہیں۔	۳۷۲
کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں اختلاف کی صورتیں	۳۷۲
کافروں سے سمجھوتہ یا دوستی کی ممانعت	۳۷۳
نیکیوں سے برائیوں کا دور ہونا	۳۷۳
نیکیوں سے برائیاں دور ہونے کی تین صورتیں	۳۷۴
عذاب کے متعلق اللہ کا قانون	۳۷۵
اہل خیر کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا	۳۷۵
اختلاف کی اصل وجہ	۳۷۵
انبیاء کے بار بار تذکرے کے تین فائدے	۳۷۶

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
مقامِ محمود کی مختلف توجیہات	۶۰۳	رحمٰن اللہ کا صفاتی نام ہے۔ قریش کو رحمٰن سے چڑ	۶۱۶
دین کے نفاذ کے لیے اقتدار کی ضرورت	۶۰۴	اللہ کے دوسرے صفاتی نام	۶۱۶
طلبِ امارت کن صورتوں میں ناجائز ہے؟	۶۰۴	قرآن کی تلاوت آہستہ اور جہری آواز سے	۶۱۷
فتح مکہ کی پیشگوئی	۶۰۴	کیا اللہ کو کسی اور مددگار کی ضرورت ہے؟	۶۱۷
ایک دنیادار انسان کی حالت	۶۰۶	**سورۃ الکھف**	
شاکلۃ کا مفہوم	۶۰۶	قرآن سابقہ کتابوں کے لیے معیار	۶۱۹
روح سے مراد وحی الٰہی ہے	۶۰۶	اللہ کی اولاد قرار دینے والے فرقے	۶۲۰
روح اور نفس کا فرق	۶۰۷	آپ ﷺ کو کفار مکہ کے اسلام نہ لانے کا افسوس	۶۲۰
وحی کے بتدریج نزول میں آپ ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے	۶۰۷	كل من عليها فان	۶۲۱
قرآن میں کون کون سے موضوعات پر دلائل دیے		قریش مکہ کے تین تاریخی سوال	۶۲۱
گئے ہیں؟	۶۰۸	کہف اور رقیم کے معنی	۶۲۲
وہ حسی معجزے جن کا کفار مکہ مطالبہ کیا کرتے تھے۔	۶۰۹	اصحابِ کہف کا غار میں پناہ	۶۲۲
مطالبات کا جواب	۶۰۹	دعا کی قبولیت اور طویل مدت کے لیے نیند	۶۲۳
بشریت کی وجہ سے رسالت کا اور رسالت کی وجہ سے		ڈائنا دیوی کے مندر کی شہرت اور شرکیہ رسوم ورواج	۶۲۴
بشریت کا انکار	۶۱۰	غار کا محلِ وقوع اور ہوا کی آمدورفت	۶۲۴
رسول کا بشر ہونا کیوں ضروری ہے؟	۶۱۰	سونے والوں اور پہرہ دار کتے کی آنکھیں بھی کھلی رہتی تھیں	۶۲۵
اعمال اور ان کے بدلہ میں مماثلت	۶۱۱	طویل نیند کے بعد بیداری، کھانے کی فکر اور ایک آدمی	
انسان محیر العقول عادی باتوں پر غور نہیں کرتا اور رواقع		کو شہر بھیجنا	۶۲۵
ہونے والی باتوں کا انکار کر دیتا ہے	۶۱۱	سلطنت کی تبدیلی اور حالات کی سازگاری	۶۲۶
دوبارہ زندگی کا موسم	۶۱۲	بعث بعد الموت پر جھگڑنے کی نوعیت 'روحانی ہوگا یا جسمانی؟'	۶۲۷
کفار مکہ کی تنگ نظری اور انسان کی فطرت	۶۱۲	مسجد کی تعمیر بطور یادگار	۶۲۷
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات	۶۱۳	قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنا پرانی شرکیہ رسم ہے	۶۲۷
فرعون کی بنی اسرائیل کے استیصال کی کوشش اور		قبور سے تعلق رکھنے والی احادیث	۶۲۸
تعاقب میں غرقابی	۶۱۴	اصحاب کہف کی تعداد' بے کار بحثوں سے اجتناب کا حکم	۶۲۹
کفار مکہ اور فرعون کی کرتوتوں اور انجام میں مماثلت	۶۱۴	معتزلہ اور مسئلہ خلق قرآن	۶۳۰
قرآن کو بتدریج نازل کرنے کے فوائد	۶۱۵	وعدہ کے وقت ان شاء اللہ کہنے کی ہدایت	۶۳۱
منصف مزاج اہلِ کتاب کا قرآن اور نبی کی تصدیق کرنا	۶۱۶	اِن شاء اللہ کو بطور ڈھال استعمال کرنا	۶۳۱

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا

وہی فلاح پائیں گے(۸)اور جن کے پلڑے ہلکے[۷]ہوئے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا۔

کی جائے گی بلکہ ان کے ان اعضاء وجوارح کو اللہ تعالیٰ زبان عطا کریں گے جن سے اس جرم کے دوران کام لیے گئے تھے وہ ان مجرموں کے خلاف شہادت دیں گے پھر جب شہادت کے نصاب کی تکمیل ہو جائے گی تو اس وقت ان پر فرد جرم عائد ہو جائے گی اور انہیں سزا دی جائے گی جیسا کہ قرآن کی بعض دوسری آیات میں یہ وضاحت موجود ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے ضمناً چند باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ دنیا میں بے شمار مجرم ایسے ہیں جو ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں مگر کسی قسم کی سزا پائے بغیر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ان مجرموں کو سزا ضرور ملنی چاہیے اور علیٰ رؤس الشہادات ملنی چاہیے تاکہ کسی کو اس کے جرم کی سزا نہ زیادہ ملے اور نہ اس پر ظلم ہو اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو ایک دوسری زندگی ملے جس میں ایسے تمام تر مقدمات کے فیصلے ہوں۔

❁ **فیصلہ کرنے کے لئے شہادت ضروری ہے:۔** اور دوسری بات یہ مستنبط ہوتی ہے کہ قاضی محض اپنے علم کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ نہیں دے سکتا بلکہ فیصلہ اور سزا شہادتوں کی بنا پر ہی دیے جاسکتے ہیں اور اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ دور نبوی ﷺ میں مدینہ میں ایک فاحشہ عورت رہتی تھی لوگوں کی اس کے ہاں آمدورفت کی وجہ سے اس کی فحاشی کھل کر سامنے آچکی تھی اور زبان زد عام تھی اس کے متعلق ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر شہادتوں کا نصاب اور نظام نہ ہوتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا۔“ (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب لوکنت راجما بغیر بيّنة ......)

[۷] ❁ **اعمال کا وزن حق کے ساتھ کیسے؟** آیت کے الفاظ یہ ہیں ﴿ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ ﴾ (یعنی اس دن وزن صرف حق یا حقیقت کا ہوگا) یعنی جتنی کسی عمل میں حقیقت ہوگی اتنا ہی وہ عمل وزنی ہوگا مثلاً ایک شخص اپنی نماز نہایت خلوص نیت سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی رضامندی چاہتے ہوئے، خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل یقیناً اس شخص کی نماز سے بہت زیادہ وزنی ہوگا جس نے اپنی نماز بے دلی سے، سستی کے ساتھ اور دنیوی خیالات میں مستغرق رہ کر ادا کی اور جس عمل میں حق کا کچھ بھی حصہ نہ ہوگا اس کا وزن کیا ہی نہیں جائے گا، جیسے سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۰۵ میں مذکور ہے کہ ”جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے کفر کیا ہوگا ان کے لیے ہم میزان قائم ہی نہیں کریں گے۔“ اور سورہ فرقان کی آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا کہ ”ہم ایسے کافروں کے اعمال کی طرف پیش قدمی کریں گے تو انہیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے“ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میزان عدل صرف ان لوگوں کے لیے قائم کی جائے گی جو ایمان لائے تھے اور ان کے اعمال اچھے اور برے، وزنی اور کم وزن والے ملے جلے ہوں گے۔ کافروں کے لیے ایسی میزان قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور ان الفاظ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا حق کے ساتھ وزن کیا جائے گا یعنی فلاں شخص کے فلاں عمل میں حقیقت کتنی تھی۔ اس بات کا فیصلہ بھی نہایت انصاف کے ساتھ کیا جائے گا۔

کتاب و سنت کی تصریحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعمال کی میزان (ترازو) ایسی ہی ہوگی جیسی ہمارے استعمال میں آتی ہے، اس کے دو پلڑے ہوں گے ایک میں نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے میں برائیاں۔ اس ترازو کی زبان بھی ہوگی زبان سے

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی[۱۵۵] سے روکتا ہے، ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں[۱۵۶] کو حرام کرتا ہے، ان کے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے[۱۵۷] تھے۔

[۱۵۵] امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت:۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اتنا اہم ہے جسے تمام آسمانی شریعتوں میں واجب قرار دیا گیا ہے بہت سی قوموں پر محض اس لیے عذاب آیا کہ انہوں نے اس فریضہ پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ کسی نبی کے سچا ہونے کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ کیا وہ اپنے پیرووں کو اس فریضہ کو بجالانے کا حکم دیتا ہے یا نہیں۔ ہرقل شہنشاہ روم نے جب ابوسفیان کو بلا کر چند سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ وہ نبی کیسی باتوں کا حکم دیتا ہے تو ابوسفیان نے بتلایا کہ وہ فلاں فلاں (بھلے) کاموں کا حکم دیتا ہے اور فلاں فلاں برے کاموں سے روکتا ہے تو ہرقل نے کہا کہ تمام نبی ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ (بخاری، باب کیف کان بدء الوحی)

[۱۵۶] آپؐ کا بعض چیزوں کو حلال اور حرام کرنا:۔ وہ پاکیزہ اور حلال اشیاء جن کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا پھر علمائے یہود نے ان چیزوں کو مستقل طور پر حرام قرار دے دیا یا وہ چیزیں جو ان کی نافرمانیوں کے باعث ان پر حرام کر دی گئیں تھیں وہ سب شریعت محمدیہ میں حلال کر دی گئیں۔ مثلاً اونٹ کا گوشت، گائے اور بکری کی چربی وغیرہ اور بعض حرام چیزوں کو یہود نے حلال قرار دے لیا تھا جنہیں آپ کی شریعت میں پھر سے حرام قرار دیا گیا جیسے سود اور غیر یہودی لوگوں کا مال ہر جائز و ناجائز طریقے سے حلال اور جائز سمجھ کر حاصل کرنا اس جملہ کا روئے سخن اگرچہ اہل کتاب کی طرف معلوم ہوتا ہے تاہم اس کا حکم عام ہے جس میں مسلمان بھی شامل ہیں چنانچہ اللہ کے عطا کردہ اسی اختیار کی رو سے آپ ﷺ نے تمام درندوں اور شکاری پرندوں اور گھریلو گدھے کا گوشت کھانا حرام قرار دیا۔ علاوہ ازیں خبائث میں وہ اشیائے خوردنی بھی شامل ہیں جو گندی، باسی، بدبودار یا گل سڑ گئی ہوں۔

[۱۵۷] بنی اسرائیل پر احکام میں سختی:۔ اس میں وہ قیود اور بندشیں بھی شامل ہیں جن کا انہیں شرعاً حکم تھا جیسے انہیں قتل کے بدلے صرف قصاص کا حکم دیا گیا تھا دیت یا خون بہا کی رعایت یا رخصت نہیں دی گئی تھی یا اگر ان کے جسم کے کسی حصہ پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جاتے، تو وہ جسم کا اتنا حصہ قینچی سے کاٹ دیتا (نسائی، کتاب الطہارۃ باب البول الی السترۃ یستتربھا) جبکہ ہماری شریعت میں ایسا حصہ صرف دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور ایسی بندشیں بھی جو ان کے علماء نے از خود عائد کر لی تھیں جیسے اگر ان کی کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تو نہ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتے نہ اس کے ساتھ کھاتے بلکہ اسے اپنے گھر میں بھی نہ رہنے دیتے اور ایسی عورتوں کا کسی الگ جگہ رہائش کا بندوبست کیا کرتے تھے (مسلم، کتاب الحیض۔ باب جواز غسل

وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٦١﴾
فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٢﴾ۧ وَسْــَٔـلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ
كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ
شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ڔ كَذٰلِكَ ڔ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٣﴾

ع ۲۰ وقف لازم النصف

جہاں سے جی چاہے کھاؤ اور دعا کرتے رہو کہ ''ہمیں معاف کر دے'' اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کو زیادہ بھی دیں گے (۱۶۱) مگر ان میں سے جو ظالم تھے انہوں نے وہ بات ہی بدل ڈالی جو ان سے کہی گئی تھی۔ پھر (اس کے نتیجہ میں) ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا کیونکہ [۱۶۶] وہ ظلم کیا کرتے تھے (۱۶۲) اور ان سے اس بستی کا حال بھی پوچھئے جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ وہ لوگ سبت (ہفتہ) کے دن احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ ہفتہ کے دن تو مچھلیاں بلند ہو ہو کر پانی پر ظاہر ہوتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ باقی دنوں میں غائب رہتی تھیں۔ اسی طرح ہم نے انہیں ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آزمائش [۱۶۷] میں ڈال رکھا تھا (۱۶۳)

اور پہلے سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے لگے فتح کے بعد اپنے قدیمی دشمنوں سے انتقام لینے کے بجائے ان کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔

[۱۶۶] ❁ فتحیاب فوج کا تکبر اور عذاب:۔ لیکن ان بدبختوں نے ہمارے حکم کی پوری پوری خلاف ورزی کی۔ فتح کے بعد ان میں عجز وانکساری کے بجائے فخر اور گھمنڈ پیدا ہو گیا اور اترانے لگے پھر اموال غنیمت میں بھی جی بھر کر خیانت کی۔ مفتوحہ علاقہ میں ظلم و تشدد کو روا رکھا۔ غرض یہ کہ وہ سب کچھ روا رکھا جو دنیادار قسم کے لوگ فتح کے موقعہ پر کیا کرتے ہیں ان کے یہ لچھن دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا یہ عذاب کیا تھا اس کے متعلق مفسرین کے دو اقوال ہیں ایک یہ کہ ان میں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی تھی اور دوسرا یہ کہ دشمن قوم نے بنی اسرائیل کو پھر سے شکست دے کر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔

[۱۶۷] یعنی ذرا یہود مدینہ سے سبت والوں کی بات تو پوچھئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قصہ ان میں بڑا مشہور و معروف تھا اور بروایت تواتر چلا آ رہا تھا۔ جس سے یہود انکار نہیں کر سکتے تھے یہ کوئی ایسا حکم نہیں تھا جس کا بجالانا آپ ﷺ کے لیے ضروری ہو یا فی الواقع آپ ﷺ نے یہود سے پوچھا ہو اس واقعہ کی تفصیل بھی پہلے سورہ بقرہ کی آیت ۶۵ کے حواشی میں گزر چکی ہے اور اس قصہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ جتلانا ہے کہ یہ یہود نسلاً بعد نسل سرکش اور نافرمان چلے آ رہے ہیں۔ سرکشی اور نافرمانی ان کی رگ رگ میں رچی ہوئی ہے۔ لہٰذا ان کی اسلام دشمن سرگرمیاں اور اللہ کی نافرمانی سے کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے۔

رہی یہ بات کہ ان کی شکلیں فی الواقع بندروں جیسی بن گئی تھیں یا نہیں تو اگرچہ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا تھا تاہم راجح

لْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

اور (اے نبی) اپنے پروردگار کو صبح وشام[۲۰۳] دل ہی دل میں عاجزی، خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے یاد کیا کیجئے اور ان لوگوں سے نہ ہو جایئے جو غفلت[۲۰۴] میں پڑے ہوئے ہیں(۲۰۵)

بلند آواز سے نہ پڑھا کریں کیونکہ اس طرح ان کے بچے اور ان کی عورتیں قرآن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ دوسرے انہوں نے آپس میں سمجھوتہ کر رکھا تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص قرآن نہ سنے۔ اگرچہ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور شیریں انداز کلام سے وہ خود بھی متاثر ہو کر اپنی اس تدبیر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کبھی کبھی قرآن سن لیا کرتے تھے۔ اور قرآن کی دعوت کو روکنے کے لیے ان کی تیسری تدبیر یہ تھی کہ جہاں قرآن پڑھا جا رہا ہو وہاں خوب شور و غل کیا جائے تاکہ قرآن کی آواز کسی کے کانوں میں نہ پڑ سکے اس طرح تم اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہو۔(۴۱:۲۶)

اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس روش کو چھوڑ دو اور ذرا غور سے سنو تو سہی کہ اس میں کیا تعلیم دی گئی ہے کیا عجب کہ تم خود بھی اسی رحمت کے حصہ دار بن جاؤ جو ایمان لانے والوں کو نصیب ہو چکی ہے۔ مخالفین کی معاندانہ سرگرمیوں کے مقابلہ میں یہ ایسا دل نشین اندازِ تبلیغ ہے جس سے ایک داعی حق کو بہت سے سبق مل سکتے ہیں۔

❁ قرآن کو خاموشی سے سننا:۔ اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ مسلم اور غیر مسلم سب کے لیے عام ہے اور اس سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ جہاں قرآن پڑھا اور سنا جاتا ہو وہاں اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب جہری نمازوں میں امام قراءت کر رہا ہو تو مقتدی کو بھی بالخصوص سورۂ فاتحہ ساتھ ساتھ دل میں پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے تاہم ہمارے خیال میں اس مسئلہ میں وہ حدیث قول فیصل کا حکم رکھتی ہے جو سورۂ فاتحہ کے حاشیہ نمبر۱ میں درج کی جا چکی ہے۔

[۲۰۳] ❁ تلاوتِ قرآن کے آداب:۔ صبح وشام سے مراد یہ دونوں مخصوص وقت بھی ہو سکتے ہیں اور صبح وشام کی نمازیں بھی اور صبح وشام بطور محاورہ استعمال ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہنا یا دل میں اس کی یاد رکھنا چاہیے۔ اسی طرح ذکر سے مراد قرآن کریم کی تلاوت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو خود قرآن کریم ہے اور نمازیں بھی ہو سکتی ہیں جن میں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے اور ہر وقت دل میں یاد رکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور جس ذکر میں دل اور زبان دونوں مشغول ہوں تو دل میں عاجزی اور خضوع ہونا چاہیے اور آواز پست ہونا چاہیے خواہ یہ ذکر جہراً ہی کیا جا رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا یہی تقاضا ہے۔

[۲۰۴] سب سے بڑی غفلت تو یہی ہے کہ انسان یہ بھول جائے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس دنیا میں جو دارالامتحان ہے اسے اللہ کا بندہ بن کر ہی رہنا چاہیے۔ نیز یہ بھول جائے کہ آخرت میں اس کے سب اعمال پر جواب طلبی اور مؤاخذہ ہوگا۔ دنیا میں جب بھی کوئی فتنہ و فساد پیدا ہوا ہے تو اسی قسم کی غفلت سے پیدا ہوا ہے اسی لیے مسلمانوں کو بار بار تاکید کی جا رہی ہے کہ انہیں کسی وقت بھی ایسی غفلت میں نہ رہنا چاہیے اور اللہ کو یاد کرتے رہنا چاہیے جو اس غفلت کا صحیح علاج ہے۔

رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

جو پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش تھے تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو(۸۳) اور اگر ان منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو نہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ (دعائے خیر کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا[۹۹] اور اسی نافرمانی کی حالت میں مرگئے(۸۴) اور ان کے اموال اور اولاد (کی کثرت) سے آپ متعجب نہ ہوں۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں سے انہیں دنیا میں ہی سزا دے اور[۱۰۰] اسی کفر کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں(۸۵)

کے پرزور دعوے کریں گے تو آپ ان کے ایسے دل خوش کر دینے والے اور زبانی دعووں کا قطعاً اعتبار نہ کیجئے۔ کیونکہ اگر کوئی ایسا وقت آ بھی گیا تو یہ لوگ اس وقت بھی یہی کچھ کریں گے جو اس دفعہ کر چکے ہیں۔ یعنی پھر وہ جھوٹے بہانے تراش تراش کر آپ سے معذرت کرنے لگیں گے تو اس سے بہتر یہی ہے کہ ابھی سے انہیں پکی رخصت دے دو اور کہہ دو کہ تمہارے نصیب میں بس عورتوں اور بچوں کی طرح پیچھے رہنا ہی لکھا ہے۔ لہٰذا تم خوش ہو لو۔ اس طرح آئندہ تمہیں نہ کوئی حیلہ بہانہ گھڑنا پڑے گا اور نہ کسی معذرت کی ضرورت پیش آئے گی۔

[۹۹] ❁ منافقوں کے لئے مغفرت بے فائدہ ہے:۔ اس آیت کا تعلق اسی سورہ کی آیت نمبر ۸۰ سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھایا تو وہ اس لحاظ سے تھا کہ منافقین اگرچہ دل سے کافر تھے مگر ظاہری طور پر ان پر شرعی احکام ویسے ہی نافذ ہوتے تھے جیسے سچے مومنوں پر لاگو ہوتے تھے اور حدیث مندرجہ بالا سے واضح ہے کہ بالخصوص جنازہ پڑھانے اور دعائے مغفرت کرنے کے بارے میں سیدنا عمرؓ کی رائے آپ ﷺ کی رائے سے مختلف تھی حتیٰ کہ سیدنا عمرؓ نے آپ ﷺ سے تکرار بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمرؓ کی رائے کے مطابق وحی نازل فرمائی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اب منافقوں سے نرم قسم کی پالیسی اختیار کرنے کا دور گزر چکا تھا۔ اور ان سے سخت رویہ اختیار کرنا عین منشائے الٰہی کے مطابق تھا۔ ضمناً ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے کسی گنہگار کے حق میں استغفار کرنے سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔ لیکن بد اعتقاد لوگوں کی معافی کی کوئی صورت نہیں خواہ آپ کتنی ہی زیادہ دفعہ اس کے لیے استغفار کریں۔

منافقوں کی نماز جنازہ:۔ چنانچہ اس حکم کے بعد آپ ﷺ نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانا یا ان کے حق میں استغفار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی زندگی کے بعد کسی پر نفاق کا فتویٰ لگانا بہت مشکل کام ہے کیونکہ دلوں کے احوال تو اللہ ہی جانتا ہے اور سیدنا عمرؓ اپنے دور میں یہ دیکھتے تھے کہ سیدنا حذیفہؓ بن یمان جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر وہ شریک ہوتے تو آپ بھی شریک ہو جاتے تھے اور اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ صاحب جنازہ مومن آدمی تھا۔ منافق نہیں تھا۔ کیونکہ سیدنا حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے منافقوں کی پہچان کرا دی تھی اور وہ ''رازدانِ رسول'' تھے۔

[۱۰۰] اس آیت کا پورا مضمون اسی سورہ کی آیت نمبر ۵۵ میں گزر چکا ہے لہٰذا اس کی تشریح کے لیے آیت نمبر ۵۵ کا حاشیہ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾
اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ
اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ

وہ یکتا ہے اور سب کو دبا کر رکھنے والا ہے۔(۶۵) وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے، غالب ہے[۶۶]، معاف کرنے والا ہے(۶۶) آپ ان سے کہئے کہ: یہ ایک بہت بڑی خبر ہے(۶۷) جس سے تم اعراض[۶۷] کر رہے ہو(۶۸) مجھے تو عالم بالا[۶۸] کے متعلق کچھ علم نہ تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔(۶۹) مجھے تو صرف اس لیے وحی کر دی جاتی ہے کہ میں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں(۷۰) جبکہ آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں(۷۱) تو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر دوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔(۷۲) چنانچہ سب فرشتوں نے مل کر اسے سجدہ کیا۔(۷۳) سوائے ابلیس کے،

لے آنا میرا کام نہیں۔ اگر میری بات مان لو گے تو اس میں تمہارا فائدہ ہے اور نہ مانو گے تو اپنا انجام خود دیکھ لو گے اور یاد رکھو کہ حقیقی الٰہ صرف اللہ اکیلا ہے جو تمہیں سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

[۶۶] اس سے پہلی آیت میں اپنی صفت قہاری کا ذکر فرمایا۔ جبکہ مخاطب کافر تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دبا کر رکھنے والا ہے۔ کافر اس کی گرفت سے کسی وقت بھی بچ نہیں سکتے۔ اور اس آیت میں اپنی صفت غفاری کا ذکر فرمایا یعنی جو بندے ایمان لے آئیں اور اس کے بندے بن کر رہیں ان کے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔

[۶۷] یعنی قیامت کی خبر کوئی معمولی خبر نہیں جس کا تم مذاق اڑاتے اور بار بار پوچھتے رہتے ہو کہ کب آئے گی، آ کیوں نہیں جاتی؟ ہمارا حساب کتاب ابھی ہمیں کیوں نہیں دے دیا جاتا؟ اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھ لو۔ اور اس دن کے ہولناک مناظر کو اپنے سامنے لاؤ تو یہ اتنی بڑی چیز ہے کہ تمہارے طرز زندگی کا رخ موڑ سکتی ہے۔

[۶۸] ۞ عالم بالا میں فرشتوں کی بحثیں:۔ عالم بالا سے مراد فرشتوں کا مستقر ہے۔ ان میں بھی کبھی کبھار کوئی بحث چھڑ جاتی ہے۔ انہیں میں سے ایک بحث وہ ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ہوئی تھی اور جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے یہ خطاب ہے۔ کہ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ عالم بالا میں جو کچھ بحثیں وغیرہ ہوتی ہیں۔ مجھے ان کا قطعاً کچھ علم نہیں ہوتا صرف اسی بات کا علم ہوتا ہے۔ جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور میں چونکہ لوگوں کو ان کے انجام سے خبردار کرنے والا ہوں لہٰذا مجھے صرف انہی بحثوں کے متعلق وحی کی جاتی ہے جن کا تعلق انسانوں کی ہدایت سے ہوتا ہے۔

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا
تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾
جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾
هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ

لذیذ میوے اور مشروب طلب کریں گے۔(۵۱) نیز ان کے پاس نگاہیں جھکائے رکھنے والی ہم عمر[۵۷] بیویاں بھی ہوں گی۔(۵۲) یہ وہ چیزیں ہیں جن کا روز حساب کیلئے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔(۵۳) بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔(۵۴) یہ (تو تھا پرہیزگاروں کا انجام) اور سرکشوں کیلئے بہت برا ٹھکانا ہوگا(۵۵) یعنی دوزخ، جس میں وہ داخل ہوں گے جو بہت بری جگہ ہے۔(۵۶) یہ ہے ان کا انجام اب وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے پانی کا اور پیپ[۵۸] کا(۵۷) اور ایسی ہی کئی قسم کی دوسری چیزوں کا(۵۸) (دیکھو) یہ ایک اور لشکر[۵۹] (تمہارے پیروؤں کا) تمہارے ساتھ گھسا چلا آرہا ہے انہیں کوئی خوش آمدید نہیں یہ بھی دوزخ میں آرہے[۶۰] ہیں(۵۹) (آنے والے پہلوں کو) کہیں گے۔ نہیں بلکہ تمہارے لئے ہی خوش آمدید نہ ہو۔

کے کھلے ہونے یا رہنے کی تین صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ دروازے ہر وقت کھلے رہیں دوسری یہ کہ دروازے بند ہوں مگر جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو وہ از خود کھل جائیں۔ اور تیسری یہ کہ جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو فرشتے فوراً دروازے کھول دیں۔ سورہ الزمر کی آیت نمبر ۷۳ سے اسی تیسری صورت کی تائید ہوتی ہے۔

[۵۷] ❁ اتراب کا لغوی مفہوم۔ اتراب بمعنی ایسی ہم عمر عورتیں جن کے مزاج میں ہم آہنگی بھی پائی جاتی ہو۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عورتیں باہم ہم عمر ہوں، دوسرے یہ کہ وہ اپنے خاوندوں کی ہم عمر ہوں اور یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

[۵۸] ❁ غساق کا لغوی مفہوم:۔ غساق کا معنی عموماً پیپ یا بہتی پیپ کر لیا جاتا ہے جس میں خون کی بھی آمیزش ہو جبکہ صاحب منجد، فقہ اللغہ اور منتہی الارب سب نے اس کے معنی انتہائی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتائے ہیں۔ قرآن میں دو مقامات پر غساق کا لفظ حمیم کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے ایک اس مقام پر اور دوسرے سورہ نبا کی آیت نمبر ۲۵ میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی شدید ٹھنڈا اور بدبودار پانی ہی کرنا زیادہ مناسب ہے۔

[۵۹] یہاں ازواج کا لفظ ہم مثل چیزوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اسی طرح کی اور بھی کئی گندی اور ناگوار چیزیں انہیں کھانا یا پینا پڑیں گی یا ایسی چیزوں سے انہیں عذاب دیا جائے گا۔

[۶۰] ❁ اہل جہنم کا باہمی مکالمہ اور ایک دوسرے پر الزام:۔ یہ اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے کے وقت کا ایک مکالمہ پیش کیا گیا ہے پہلا گروہ تو بڑے لوگوں اور سرداروں اور پیشواؤں کا ہوگا۔ انہیں فرشتے جہنم کے کنارے لا کھڑا کریں گے۔ پھر ان کے بعد ان کے پیروکاروں کی عظیم جماعت کو لایا جائے گا۔ سردار حضرات اس عظیم جماعت کو دیکھتے ہی کہنے لگیں گے۔ یہ ایک اور جماعت جہنم میں داخل ہونے کے لئے بیتابی سے آگے بڑھتی چلی آرہی ہے۔ ان پر اللہ کی مار اور پھٹکار یہ کہاں

مضامین	صفحہ نمبر
سورة یوسف	
قرآن کی عربی زبان اور روایت بالمعنی کی ضرورت	۳۷۷
قریش مکہ کا یہود کے کہنے پر آپ ﷺ سے سوال 'بنی اسرائیل مصر کیسے پہنچ گئے؟	۳۷۷
سورہ کا نزول اور آپ ﷺ کی نبوت کا ثبوت	۳۷۸
قصہ یوسف اور حالات قریش میں مماثلت کی وجوہ	۳۷۸
سیدنا یوسفؑ سے ان کے باپ کی محبت کی وجوہ	۳۷۸
سجدہ تعظیمی	۳۷۹
سیدنا یوسفؑ کے خواب کے واضح نتائج	۳۷۹
سیدنا یوسفؑ سب سے مکرم	۳۸۰
قصہ یوسفؑ اور سائلین یعنی کفار مکہ کے حالات میں مماثلت کی وجوہ	۳۸۰
صالحین کے دو مفہوم	۳۸۰
بھائیوں کا باپ سے یوسفؑ کو ساتھ لے جانے کا اصرار	۳۸۱
جنگل میں برادران یوسف کے مشاغل	۳۸۳
اناڑی مجرم	۳۸۳
قافلہ والوں کا یوسفؑ کو کنویں سے نکالنا	۳۸۴
یوسفؑ کے بیچنے والے کون تھے؟ برادران یوسف یا قافلے والے؟	۳۸۴
تاویل الاحادیث سے مراد رموز مملکت اور اصولِ حکمرانی ہیں	۳۸۵
سیدنا یوسفؑ کے لیے دورِ ابتلاء	۳۸۶
زلیخا کا یوسفؑ کو بدکاری کے لیے ورغلانا	۳۸۶
عصمت انبیاء کا مفہوم	۳۸۷
زلیخا کا چلتر	۳۸۷
قرینہ کی شہادت	۳۸۸
عورتوں کا فتنہ	۳۸۹
شہر کی عورتوں کی چہ میگوئیاں اور زلیخا کو طعنے	۳۸۹

مضامین	صفحہ نمبر
ضیافت کا اہتمام	۳۹۰
تبصرہ کرنے والی عورتوں کی شہادت	۳۹۰
زلیخا کی دھمکی	۳۹۰
مصری تہذیب کی فحاشی کا نمونہ	۳۹۱
سیدنا یوسفؑ کی دعا اور قید کو ترجیح دینا	۳۹۱
عالم بے عمل	۳۹۱
مصری عدالتوں پر بڑے لوگوں کا دباؤ	۳۹۱
دو قیدیوں کا اپنی اپنی خوابوں کی تعبیر پوچھنا	۳۹۲
سیدنا یوسفؑ کا قیدیوں کو دین کے اصول سمجھانا	۳۹۲
تبلیغ کا بہترین وقت	۳۹۳
سیدنا یوسفؑ کی نبوت کا زمانہ	۳۹۳
شرک اور تقلید آباء	۳۹۴
خوابوں کی تعبیر	۳۹۴
سیدنا یوسفؑ کی قید کی مدت	۳۹۵
شاہ مصر کا خواب	۳۹۵
تعبیر بتانے والوں کی معذرت	۳۹۵
ساقی کا سیدنا یوسفؑ سے خواب کی تعبیر پوچھنا	۳۹۶
سیدنا یوسفؑ کا خواب کی تعبیر اس کا علاج اور پیش آنے والے سب حالات بتا دینا	۳۹۷
الزام کی بریت سے پہلے سیدنا یوسفؑ کا قید خانہ سے رہا ہونے سے انکار	۳۹۷
عورتوں کا اعتراف جرم	۳۹۸
سیدنا یوسفؑ کا صبر و تحمل	۳۹۸
سیدنا یوسفؑ کی کسر نفسی	۳۹۸
شاہِ مصر کی سیدنا یوسفؑ کو پیشکش	۳۹۹
سیدنا یوسفؑ نے شاہ مصر سے کس چیز کا مطالبہ کیا تھا؟	۴۰۰
طلب امارت کس صورت میں مذموم ہے؟	۴۰۰